جُمُعہ

مرتب:- چوہدری عبدالواحد گوندل - گوجرانوالہ

بعثتِ نبویؐ سے پہلے عرب جمعہ کے دن کو یومِ عروبہ یعنی عظمت والا کھلا دن کہتے تھے۔

تاریخ بعثتِ نبویؐ سے ۵۶۰ سال پہلے کعب لوی نے اس دن کا نام جمعہ رکھا تھا۔ کعب اس روز قریش کے مجمع کو خطاب کیا کرتے تھے۔ کعب ہی نے تقریر و خطبہ میں سب سے پہلے "اما بعد" کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اپنے خطبہ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر دیتے تھے اور آپ کی پیدائش سے لوگوں کو آگاہ کرتے تھے۔ قریش کو حکم دیتے تھے کہ جب وہ مبعوث ہوں تو اُن پر تم ایمان لانا اور ان کی پیروی کرنا۔ کعب بن لوی کی شخصیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ عام الفیل سے پہلے عرب کعب بن لوی کی موت کے دن سے تاریخ کا حساب کرتے تھے۔

قصی بن کلاب اور عبد مناف نے بھی اس دن کے لیے یہ نام استعمال کیا تھا۔

وجۂ تسمیہ امام احمد، امام نسائی، ابن حبان، ابن ابی حاتم میں ہے کہ اس دن کو یومِ جمعہ اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس روز حضرت آدم علیہ السلام کے تخلیقی مادے کو جمع کیا گیا تھا۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس دن کے لیے بڑے کام جمع ہو گئے ہیں۔ قیامت جمعہ کو قائم ہوگی مخلوقات کو دوبارہ زندگی بھی اسی روز ملے گی۔ حساب کتاب اور اس کے بعد جنت اور دوزخ کا داخلہ بھی اسی روز ہوگا۔

حکمتِ جمعہ جمعہ کے روز مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کرنے میں بے شمار مدنی اور ملی مصلحتیں ہیں۔ پانچ وقت کی نماز میں پورے شہر کے لوگ جمع نہیں ہو سکتے۔ مشکل سے ایک محلہ کے لوگوں کا اجتماع ممکن ہوتا ہے۔ لیکن اسلام کی اجتماعی مصلحتوں کا تقاضا ہے کہ شہر کے لوگ ایک جگہ جمع ہوں

وقت کے مسائل سے آگاہ ہوں۔ ایک دوسرے کے حالات کا ان کو علم ہو۔ اجتماعی طور پر وعظ اور نصیحت کا موقعہ بھی ہو۔ ملک کے مسائل اُن کو بتائے جائیں۔ ملت کے مصائب اور اقدامات سے آگاہ کیا جائے۔ ان اُمور کے لیے ہفتہ بھر میں ایک دن اجتماع ہونا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ اجتماع شہر میں ایک ہی جگہ پر ہو۔ گو علماء متاخرین نے متعدد مقامات پر جمعہ کو درست کہا ہے۔ اس کی اجازت انتظامی مشکلات کی وجہ سے دی گئی ہے، لیکن اس معاملہ میں کھلی چھٹی نہیں ہے کہ جہاں اور جس جگہ کوئی چاہے جمعہ شروع کر دے۔ معقول وجہ کے بغیر جا بجا جمعہ قائم کرنا مقاصد شریعت کے منافی ہے۔

فرضیتِ نمازِ جمعہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ ... (جمعہ)

اس آیت کے نزول سے پہلے نمازِ جمعہ جاری تھی اور اس کے لیے اذان بھی دی جاتی تھی۔ اس آیت سے دونوں باتیں واضح ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں کسی جگہ بھی جمعہ ادا کرنے کا حکم نہیں ہے اور نہ جمعہ کے لیے آذان کا حکم ہے۔ البتہ قرآن مجید میں دو مقامات پر اس کی تائید و توثیق ضرور ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی آپ کو احکام دیئے جاتے تھے۔ اذان اور نمازِ جمعہ کا طریقہ حضوؐر کا مقرر کردہ ہے۔ کسی آیت سے اس کا طریقہ ثابت نہیں ہوتا۔ سورۂ جمعہ کی اس آیت میں بھی صرف اس حکم کے وجوب کی شدت کو بیان کیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد بھی کوئی آدمی یہ بات کہے کہ شریعت بس وہی کچھ ہے جو قرآن مجید میں ہے تو یہ بات خود قرآن مجید کی اس شہادت کے خلاف ہے۔ درحقیقت ایسا عقیدہ رکھنا حدیث اور سنّت کا انکار ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کا بھی انکار ہے۔

احادیث میں جمعہ کا حکم فرضیت ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے کہ جمعہ ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوا تھا۔ الفاظ یہ ہیں:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللہَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَۃَ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِیْ ھٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

امام بخاری نے بھی یہی نقل کیا ہے کہ جمعہ کا قیام سب سے پہلے مسجد نبوی میں ہوا۔ اس کے بعد پہلا جمعہ بحرین کے ایک قصبہ جواثیٰ میں پڑھا گیا۔ ابوداؤد میں ہے کہ جواثیٰ میں جمعہ بعد میں پڑھا گیا۔

طبرانی اور دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابومسعودؓ انصاری کی روایات کے مطابق جمعہ ہجرت سے قبل فرض ہو چکا تھا۔ مکّہ میں اس پر عمل نہ ہو سکا۔ جو لوگ مدینہ پہنچ چکے تھے۔ رسول اکرمؐ نے ان کو تحریری حکم بھیجا تھا کہ وہاں مدینہ میں جمعہ قائم کریں۔ اس حکم کے مطابق مہاجرین کے سردار حضرت مصعب بن عمیر نے بارہ آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔

مسند احمد، ابن ماجہ، ابوداؤد میں ابن سیرینؒ اور کعب بن مالک کی روایت کے مطابق رسول کریمؐ کے حکم سے قبل ہی انصار مدینہ جمعہ پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا تھا کہ ہفتہ میں ایک دن عبادت کے لیے مخصوص کرنا چاہیے جیسا کہ عیسائی اور یہودی اتوار اور ہفتہ کو اجتماعی عبادت کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے جمعہ کے دن کو اس مقصد کے لیے مقرر کر لیا۔ چنانچہ اسعد بن زرارہ نے انصار مدینہ کو بنی بیاضہ کے علاقہ میں پہلا جمعہ پڑھایا۔ جس میں چالیس آدمی شامل تھے۔ بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ اسعدؓ بن زرارہ نے لوگوں کو جمع کیا تھا اور جمعہ مصعبؓ بن عمیر نے پڑھایا تھا۔ حضرت کعب بن مالک جب جمعہ کی آذان سنا کرتے تھے تو حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے لیے دُعائے رحمت کیا کرتے تھے۔ ایک شاگرد کے سوال پر آپ نے واضح کیا تھا کہ سب سے پہلے اسعدؓ بن زرارہ نے ہی جمعہ قائم کیا تھا، اس لیے اُن کے لیے میں دُعا کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسجد نبوی میں جمعہ شروع ہونے سے پہلے بحرین کے ایک گاؤں جواثی میں جمعہ پڑھایا گیا تھا[۱] ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ حضورؐ کے کس قدر مزاج شناس تھے۔ احکام آنے سے قبل ہی اُن کے ذہن اس کی پیروی کے لیے تیار ہوتے تھے۔

یہی معاملہ جمعہ کی نماز کا ہے۔ مکہ سے ہجرت کرکے آپ سوموار کو مدینہ پہنچے۔ چار دن قباء میں

---

[۱] مختلف روایات سے استفادہ کرتے ہوئے ترتیب یوں بنتی ہے کہ پہلا جمعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل مدینہ کے علاقہ بنی بیاضہ میں پڑھایا گیا، دوسرا سفرِ ہجرت کے آخری مراحل میں مقام قبا (یا بنی سالم بن عوف کے علاقہ میں)، تیسرا مسجد نبوی بن جانے پر مدینہ میں۔ بحرین کے گاؤں جواثی کا جمعہ بعد کی بات ہے (مدیر)

قیام کرکے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں بنی سالم بن عوف کے مقام پر نماز جمعہ کا وقت آگیا۔ اس جگہ پہلی جمعہ پڑھا گیا۔ اس میں ایک سو نمازی تھے (ابن ہشام)

جمعہ کا وقت نماز جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے بعد کا وقت ہے یعنی نماز ظہر کا وقت۔ قیام جمعہ کے لیے حضورؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو جو تحریری حکم بھیجا تھا دار قطنی میں اس کے الفاظ یہ ہیں:

فَاِذَا مَالَ النَّهَارُ عَنْ شَطْرِهٖ عِنْدَ الزَّوَالِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَتَقَرَّبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِرَكْعَتَيْنِ ۞

جمعہ کے دن جب نصف النہار سے دن ڈھل جائے تو دو رکعت نماز سے اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ سلمہ بن الاکوع کے مطابق ہم حضورؐ کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور واپسی پر دیواروں کا سایہ معمولی ہوتا تھا۔ یعنی زوال کے خاتمہ کے فوراً بعد جمعہ پڑھا جاتا تھا۔ مسند احمد، ابوداؤد، بخاری، مسلم، نسائی اور ترمذی میں مختلف صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں جن میں زوال کے بعد جمعہ کی ادائیگی کا ذکر ہے۔ مذکورہ بالا تحریری حکم کے علاوہ قولاً بھی آپؐ نے یہی حکم فرمایا تھا۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوال سے قبل نماز جمعہ جائز ہے[1] بعض احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لیے یہ بات درست ہے کہ زوال سے قبل نماز جمعہ جائز اور زوال کے بعد واجب اور افضل ہے۔

دوگانہ، خطبہ اور اذان نماز جمعہ ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے۔ ادائے جمعہ سے ظہر کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ جو شخص جمعہ نہ پڑھ سکے، نماز ظہر ادا کرے۔ نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہیں جو فرض ہیں۔ رسول اکرمؐ خطبہ بھی دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے الفاظ یہ ہیں:

قُصِرَتِ الْجُمُعَةُ لِاَجْلِ الْخُطْبَةِ۔

نماز جمعہ کو خطبہ کے لیے مختصر کیا گیا ہے۔ دو رکعت نماز "سنت تحیۃ الجمعہ" خطبہ کے دوران

---

[1] حضرت امام احمد بن حنبل کا سلسلہ استدلال میرے سامنے نہیں، البتہ امت کی متعدد کثیر نے جمعہ کو ظہر کے قائم مقام سمجھا ہے اور اس لیے ظہر ہی کے وقت کو نماز جمعہ کا وقت قرار دیا ہے جو بہر حال زوال کے بعد ہوتا ہے۔ (مدیر)

بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ یہی تحیۃ المسجد بھی ہو گی۔ احناف کے نزدیک تحیۃ المسجد الگ ہے اور یہ خطبہ کے دوران پڑھنی نہیں چاہیے۔ (مظہری)

"اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ" میں جس اذان کا ذکر ہے۔ یہ وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے۔ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں ایک ہی اذان دی جاتی تھی۔ دوسری اذان مدینہ میں آبادی بڑھ جانے کے بعد حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اُن کے مکان زوراء پر دی جاتی تھی جو کہ مدینہ کے بازار میں تھا۔

خطبۂ جمعہ کے مزید احکام خطبہ کا سننا جمعہ میں شامل ہے کیونکہ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ میں ذکر سے مراد خطبہ ہے۔ خطبہ اتنا ضرور ہونا چاہیے جس کو عرب خطبہ کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول کہ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہ بھی خطبہ ہے[۱] (بحوالہ مظہری)۔ اس سے اختلاف کیا گیا ہے اور بعض حلقے اسے درست نہیں مانتے۔ لیکن خطبہ طویل بھی نہیں ہونا چاہیے۔ رسول اکرمؐ ہمیشہ مختصر خطبہ دیا کرتے تھے۔ آخری حج کے موقع پر آپؐ کا خطبہ سب سے لمبا ہے لیکن وہ بھی دس پندرہ منٹ سے زیادہ وقت کا نہیں ہے۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کا بھی یہی قول ہے کہ خطبہ اتنا ہو جس کو عرب خطبہ کہتے ہیں۔

خطبہ کے لیے ذکر اللہ کا لفظ بولا گیا ہے، اس لیے خطبہ میں وہی مضامین ہونے چاہئیں، جن کا ذکر اللہ سے تعلق ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک خطبۂ جمعہ میں یہ امور واجب ہیں "اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، رسول اکرمؐ پر درود، تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا"۔ جمعہ کے خطبہ میں توحید آخرت، رسالت کا بیان ہونا چاہیے۔ شریعت پر عمل کی تلقین اور اعمالِ بد سے اجتناب کی نصیحت کی جائے اور نفاذِ اسلام اور تبلیغِ دین کے لیے رغبت دلانی چاہیے۔

خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے۔ وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا[۲] کی تشریح میں مسند احمد، مسلم،

(باقی بر صفحہ ۵۴)

---

[۱] یہ کم سے کم مقدار ہے۔ [۲] الجمعہ۔ ۱۱